

# بچے ملا

## ماہم جاوید

”سائیں... سائیں میں خبروں میں سن کر آیا ہوں ہمارے گوتھ کو خطرہ ہے کہہ رہے ہیں لی وی پر۔ سائیں کیا بنے گا ہمارا؟“ فضلورورہا تھا اور خدا بخش چانڈ یو مسکرا رہا تھا۔  
”اوائے ہڈ حرام، کجخت تیرے کون سے محل ہیں جو ڈوب گئے تو تیرا نقصان ہوگا، ایک جھلی ہی ہے بہہ گئی تو کیا ہے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ ڈال، میری یہ عالی شان شان محل جھسی جھلی دیکھ رہا ہے کرڈول لگائے ہیں اس پہ میں نے اور میں پھر بھی پریشان نہیں ہوں کیونکہ یہ خدا بخش چانڈ یو ڈیرے کا دل ہے فضل کی کین کا نہیں۔“ ڈیرے نے تہہ ہلکایا۔

☆.....☆.....☆

ملک خدا بخش چانڈ یو ایک امیر کبیر جاگیر دار تھا، اس کا ایک ہی بیٹا تھا ملک شایان چانڈ یو جو اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر کے ملک

گیا ہوا تھا۔ شایان اپنے باپ کا کل جہان تھا۔ خدا بخش اسے باہر نہیں بھیجتا چاہتا تھا پر اس کی صدمہ کے سامنے مجبور ہو کر مان گیا تھا۔

فضل دین خدا بخش کا مزارع تھا جو اس کی زمینوں پر کام کرتا تھا۔ سیلاب کے ڈر سے گاؤں کے لوگ کانپ رہے تھے پر خدا بخش کو کوئی خوف نہیں تھا اسے پورا یقین تھا کہ گاؤں میں پانی نہیں آئے گا شاید بڑے لوگوں میں حوصلہ زیادہ ہوتا ہے۔ گاؤں کے غریب سب ڈرے ہوئے تھے۔ فضل دین کی چھوٹی بیٹی کی شادی تھی یہ بھی فضل دین نے چھ مہینے پہلے ہی کر دی تھی۔ نہیں تو شادی بعد میں ہوئی تھی فاضلو کو یہ ڈر تھا کہ نہیں سیلاب نہ آجائے اور اس کی بیٹی کے چہرے کا سامان نہ ڈوب جائے اس کی بیٹی کی شادی اس کے بھانجے سے ہو رہی تھی جو شہر میں رکشہ چلاتا تھا۔ یہ فضل دین کی آخری بیٹی تھی جس کے فرض سے وہ سکدوش ہو گیا تھا۔ اب فضل دین کے دو بیٹے رہ گئے تھے جو کنوارے تھے اور تینوں بہنوں سے چھوٹے تھے۔ فضل کو ان کی اتنی فکر نہیں تھی۔

آج اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔  
”چلو اس کی بیٹی تو محفوظ ہوئی تھی۔ اپنے گھر کی ہوئی تھی۔“





naeyufaq.com

تازہ شماره شائع ہو گیا ہے

پیش کشی کے تحت شائع ہوا ہے



ملک کی مشہور معروف قلم کاروں کے واسطے دارنا دل  
ناؤٹ اور افسانوں سے راستہ ایک مکمل جریدہ  
گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں ہے  
جو آپ کی آسودگی کا باعث ہو سکتا ہے اور وہ ہے اور  
صرف آن لائن آج ہی اپنی کاپی بک کرالیں۔

مسئلوں کے اس سلسلہ میں

حالت میں باری قدرت بہت خطرناک ہوتی ہے وہ کسی  
نئی حد تک جا سکتی ہے، ایم ایم ایم کی خوبصورت کہانی

مجھے کوسلم کیوں پسند کرتے

امت انسان کو ایسے مقام پر لے آتی ہے  
جب وہ خود کو تسلیم کرانے پر مجبور ہو جاتا ہے

ہمارا پھیل

قارئین کے تعارف پر مبنی سلسلہ میں پیش  
آمد اہل کے جواب دے کر شرکت کر سکتی ہیں

Info@naeyufaq.com

03008264242

مجلس نے اسے تسلیم کر لیا۔  
”ہمارے گاہکوں میں کوئی مسئلہ نہیں، سب سب دوسرے گاہکوں  
میں آیا ہے اور وہ سب تک آپ کے پاس آ رہے ہیں، تیرے تایا جان سے  
تیری شادی کی بات کر رہی ہے۔“  
”بھئی آنے میں تو کچھ وقت ہے پر آپ کے لیے ایک  
سربراہ بھیجے ہوئے ہیں۔“  
”کوئی بھڑا نہیں گئے سب سربراہوں کو آج اپنی شکل دکھا  
تھے اور اپنی باتوں کو بڑا کر رہے ہیں ہم تھکے۔“  
”آج بھائی بھائی ایک مینٹل تھکے۔“  
”شاید ان قسم نے اٹھل کو یہ کیوں کہا کہ تم ایک مینٹل تھکے  
کے جب کہ تم کل کی ملازمت سے تھکے ہو۔“  
”میں سربراہوں کا چاہتا ہوں باہر لال اور نور کو تم سوچو وہ  
امپانک تھے گھر کی دلیز پر کھینچے گئے تھنا خوش ہوں گے۔“  
”تم نے پاکستان اپنے ڈرامہ کو فون کر دیا ہے ناں کہ وہ  
جس میں بڑے پوتے سے بیک کر رہے۔“  
”وہ کوئی مسئلہ نہیں میں بھی فون کر دیتا ہوں۔“ شادی فون  
نمبر دیکھ کر لگا تھا۔

☆.....☆.....☆  
”کیا امجدہ ہر غریب لوگ ہی کرتے ہیں جو ہمارے ہی گھر  
ڈوبتے ہیں، لوگ کہتے ہیں ہمارے ہی بچے مرنے ہیں۔ کیا  
کہہ رہے ہیں یہ لوگ، ہمارے لیے کون سا بھلا کر رہے ہیں۔ ہم  
ان کی عقلیں اگاتے ہیں، ہماری موت میں ان کے گھروں کے کام  
کر رہی ہیں، سیلاب کا پانی امیروں کے گھروں میں کیوں نہیں  
چاہتا غریب بستیوں ہی کیوں ہی ڈھتی ہیں۔ بچے فضل دین  
کے ہی کیوں ڈوبتے ہیں۔“ فضل دین چیخ رہا تھا وہ تم سے ہاتھ  
ہور تھا۔

انسان جب سب کچھ کھوے تو کتاب خوف ہو جاتا ہے  
اسے یہ خوف بھی نہیں تھا کوئی اس کی شکایت کروے گا ملک  
خدا بخش ہے۔  
”پانی ملک خدا بخش کے رقبے میں کیوں نہیں آتا، اس لیے  
کے وہ حیثیت والا ہے، اس کے بڑے بڑے لوگوں سے ملتا  
ہیں۔“ فضل دین دہا تھا اسے میں اس کا دلادور بنا دیا۔  
”ملا چلا وہ تم لوگوں کی ہمارے ساتھ سیلاب کی دوسری امیر کا  
بتا رہے ہیں ہم تھکے ہیں یہاں سے۔“  
”نہیں جاؤں گا میں، میں اپنے اسلم اور کرم کو چھوڑ کر نہیں

چار سال کا بیٹا بھی سیلاب میں ہائے سائین ہم ملے گئے۔“  
”میں صوفیوں سے بیٹ رہی تھی، نور بھی اس کی چیخ دیکھ کر نہیں کر لیں  
کے پاس آئی تھی۔ بہت ترس آ رہا تھا صوفیوں پر۔  
”میں حوصلہ کر صوفیوں نے لاشیں آؤ لاشیں بھر کر اور یہ لے  
میں سے جا کر اپنی، بہن کو لے۔“ لاش نے اپنے پائخان میں  
سے پیچھے ہٹ کر صوفیوں کو دیکھا۔  
”پانی بی بی جی اللہ آپ کو بھی عروس لے رہے ہیں کی خوشیوں  
دیکھو آپ۔ آپ بہت اللہ والی ہو، ہم غریبوں کی مدد کر رہی اور  
بہن، اللہ آپ کو اجر دے۔ آپ کے بچے جتے۔“ صوفیوں لال کو  
دعا میں دیتی ہوئی رخصت ہوئی تھی۔ صوفیوں کی بہن چاہا خدا  
بخش کے گاہکوں میں ہی رہتی تھی۔ نور کو دیکھا۔  
”لال آپ فون کر کے چاہا جان کی خبر سے تو پھر پھلے۔“  
”وہ بیک ہوں گے پناہ شادی کر لیں تو آئے تھے تیرے  
چاہا سائیں سیلاب بھینچیں کی طرف ہی آیا وہ۔“

☆.....☆.....☆  
”سائیں۔ سائیں میرے بیٹوں کا کچھ پتا نہیں مل  
رہا۔ مشغور رہا تھا کہ سیلاب کی ہمارا کی جگہ ہائے کی گئی۔  
فضل کا آس پاس کے گھروں میں نہ جانے پانی ان کو کہاں لے گیا  
تھا فضل کل کے گھر ہوا اور وہ کچھ نہیں دیکھ سکا۔ لال نے اسے  
وہ بیٹوں کی حالت سے پتہ لگا تھا۔ فضل کی گھر کی کھائی میں وہ بیٹے۔  
”حوصلہ کر صوفیوں میں کیا حوصلوں کی طرح ہیں لال رہا ہے  
چل رہا ہے۔ سیلاب میں بھی کسی کے گھر کے ہیں۔ یہ  
شاید ہم کو لوگوں کے گھروں کی۔“

”میں اندھ ہونا چاہتا تھا گا سائیں۔ میرے بچوں کو محفوظ۔“  
”کیوں، پائل اور وہاں ہے فضل، جا کر محفوظ اپنے بچے تو لے  
پاکو فاسد سمجھا ہوا ہے اور بڑے کام ہیں انکس۔“ ملک کا  
کاروبار منکوحہ کے کر لیں رہا تھا ملک میں رہا تھا اسے  
کوئی فکر نہیں تھی گاہکوں کے قریب ڈوبیں یا مریں اس کی حوصلی  
مختل ہو گئی تھی اس کے بچے تک پانی میں آ گیا تھا۔  
فضل کو گھر والے اور پورے گاہکوں والے کو اسے تھے  
جب سیلاب کا پانی گاہکوں میں پھوڑا گیا تھا فضل گھر نہیں نکلا  
شیر کیا ہوا تھا اپنی بیٹی سے ملے۔ سیلاب کے پانی میں فضل کے  
دلوں میں جن کی عمر آٹھ اور دس سال تھیں بہہ گئے تھے  
اس کی پہلی ہمہ گلی حالت میں رہی تھی۔  
شاید ان نے بھی خبروں میں سیلاب کا سنا تو آپ کو فون کیا خدا

اب سیلاب آیا تو اس کا اتنا نقصان نہیں ہوگا۔ جمل ہی ہے کی  
”کیوں اللہ ازل لے گا تو ملکہ خدا بخش کے۔“  
شاید ان کا آخری سوال تھا تعلیم کا۔ اس کی پڑھائی مکمل ہو گئی  
تھی، وہ لکڑیوں پر کر رہا تھا۔ ملک بہت خوش تھا۔ وہ بھی اپنے  
بچے کی شادی کا سوچ رہا تھا شادی کی کتنی بچپن میں ہی اسے  
جانے کی چٹی سے ہو گئی تھی جس کا پتہ نہ تھا۔ شاید اپنے باپ کو  
سربراہوں کا چاہا تھا۔ اس لیے وہ انکس پھر بتائے پاکستان  
آئے کا سوچ رہا تھا۔

”نور... نور ہمارے چاہا سائیں آئے ہیں ہمارے پاس۔“  
”تو کیا ہوا چاہا سائیں تو اکثر آتے ہیں اور آتے ہیں کیوں نہ  
وہ ان کے بھائی جو ہیں۔ سب بھائی سے ملے تو بھائی آئے گا۔  
پائل اس میں کیا غامض بات ہے۔“ نور نے رخسان کے سر پر ہاتھ  
ساجا دیا۔  
”تو جی ہے پائل چری میں ہی نہیں ہوا اس بار چاہا  
سائیں تہہ دی شادی کی تاریخ طے کرنے کی بات کر رہے ہیں۔  
پالا سائیں سے وہ کہہ رہے ہیں کہ شاید ان بھائی کے آتے ہی  
شادی کر دیں گے۔“ رخسان کے منہ سے یہ بات سن کے نور شرم  
مندی۔  
”سب کیوں شرم رہی ہے تجھے چری کی باتیں سن کر۔“ پھر  
دلوں میں ہنسنے لگی تھیں۔

نور بچپن سے اپنے آپ کو شاید کے ساتھ منسوب تھی اپنی  
تھی۔ اس کے دل میں شاید کے لیے بہت محبت تھی، اسے  
شاید ان کے آئے کا سب سے زیادہ انتظار تھا شاید خدا بخش سے  
بھی نہ رہا۔  
بچپن میں کے گئے رشتوں میں محبت عمر کے ساتھ ساتھ  
بڑھتی رہتی ہے۔ نور کی محبت جوانی ہو گئی تھی اتنی جوان اور پائل  
کے کسی بھی سلطان سے ٹکرا سکتی تھی۔ آج شاید ان کے آئے پر  
شادی کی باتیں کر رہی تھیں دل میں بہت خوش تھی۔ خوش تھی  
کیوں نہ ہو تو اس کا بڑے کا انتظار ختم ہونے والا تھا۔ کنارہ کا تھا  
اس نے شاید ان کو پھر جانے سے نہیں ملتا تھا اسے سن سوار  
تھی۔ آئی وہ شادی کے بچے کی، خبر چیسے جیسے وقت کٹ ہی گیا  
تھا۔

☆.....☆.....☆  
”ہائے بی بی جی ملے گئے ہم تو میری بہن کا گھر ڈوب  
گیا۔“ لال کے بچے کا بھی کچھ پتا نہیں مل رہا، پیر گیا اس کا



PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ  
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر  
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ  
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے  
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM



نہیں جاؤں گا میں نہیں اصرار کروں گا۔ "دوسرے دن سے اٹھ کر پانی  
 گھر پر پائیس میں تو میں رہا..... مطلب ہوں۔ "وہ سنبھلا کہیں  
 پرانے محل جانے لے۔  
 کی طرف بھاگا۔

”کیسے انہوں نے ہمارے لوگوں کے گھر میں جان میں بویا  
انج کھایا ہے عورتوں کی پکائی روٹی کھا لی ہے میں نے“

”کیا ہوا۔۔۔ تم ٹھیک ہو ضرور کوئی برا خواب دیکھا ہے تم نے۔“ اس کی ماں نے کہا۔



دے رہا تھا۔ ”سماجی اداروں کے رضا کاروں نے میری جان بچائی، واقعی یہ تنظیمیں انسانیت کی بہت بڑی خدمت کر رہی ہیں میں خود ایک ڈاکٹر ہوں اور میں ان شاء اللہ اپنے گاؤں میں لکھی ہی تنظیم بنائوں گا۔“

”ان شاء اللہ“ ملک خدا بخش نے بھی ساتھ کہا۔ بہت دھوم دھماکے سے شایان کا استقبال کیا گیا تھا۔

”نور... نور شایان بھائی آئے ہیں اور بابا سائیں کے پاس بیٹھے ہیں۔“

”تم... جج کھنڈی ہوتاں؟“

”ہاں... میں کیوں جھوٹ بولوں گی، لویہ آگے شایان بھائی۔“

”بیٹھے شایان بھائی میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔“

”تم... تم یہ ہی ہوتاں۔“ نور باگلوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پر ہاتھ لگا کر دیکھ رہی تھی۔

”میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔“

”نور یہ میں ہی ہوں، کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے۔“ وہ برسوں کی پیار لگ رہی تھی۔ شایان نور کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

”شایان جب یہ سب لوگ کہتے تھے کہ شایان مر گیا ہے میرا دل نہیں مانتا تھا، مجھے یقین تھا تم ضرور آؤ گے۔“ وہ رو رہی تھی شایان اس کے آنسو صاف کرنے لگا۔

”لب لا نہیں رہ، میں آ گیا ہوں ناں ہمیشہ کے لیے تمہارے پاس۔“

”اب بھی مجھے چھوڑ کر نہیں جانا، میں مر جاؤں گی سچ میں۔“

رخسانہ چائے لاتی تھی۔

”ملک خدا بخش نے اپنی زندگی گاؤں والوں کی فلاح کے لیے وقف کر دی تھی۔ اس میں اس کے بیٹے شایان نے بھی ان کا بھرپور ساتھ دیا اور گاؤں میں بڑا اسپتال بنایا اور گاؤں بھر سے آباؤ اجداد کو لایا تھا۔ ملک خدا بخش نے ان کے گھرؤں کی تعمیر میں بھی خوب مدد کی تھی اور سب کو پکے گھر بنا کر دیئے تھے۔“



اپنی بیٹی کے پاس چلی گئی تھی۔ پر وہ وہیں بھٹکتا پھر رہا تھا۔ بیٹوں کو وائرس دیتا رہتا تھا۔ ملک کے پاس سے گزرا۔

”تمہارا بیٹا بھی کھا گیا پانی، بڑا ظالم ہے یہ پانی۔ میرے دو بیٹے کھا گیا، یہ دیکھ میں خالی ہو گیا۔“ اس نے اچانک غور کیا ملک کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

”تو رو رہا ہے، تو بھی خالی ہو گیا۔ پھاتا تو بھی خالی ہو گیا۔“

فضلوز دزر سے بننے لگا تالیاں بجانے لگا تھا۔

”ملک بھی خالی ہو گیا تو تو کہتا تھا ایک جگہ سے جھکی دوسری جگہ ڈیل لینا اگر سیلاب آ گیا۔ تیری حوصلی میں تو سیلاب بھی نہیں آیا تو کیوں ڈوب گیا۔ ملک جب رہنے والے ہی نہ ہوں تو سب کھنڈر ہے کیا بھکی کیا حوصلی۔“

”مجھے معاف کر دو فضلوز دین، معاف کر دو۔“ ملک ہاتھ جوڑے گڑ گڑا رہا تھا۔

”میں فضلوز کی، مجھے کیا سانی، معافی تو وہ دیتا ہے بس وہ دیتا ہے۔“ ملک نے میں سارے گاؤں کو اکٹھا کر کے معافی مانگی، اپنی غلطی کو تسلیم کیا۔ ملک نے کہا۔

”میں نے آپ لوگوں کے ساتھ جو جو زیادتیوں کی ہیں ان کی معافی مانگتا ہوں۔ میری غلطی نہیں بلکہ گناہ ہے۔ میں نے اپنے رقبے بھانے کے لیے آپ کی جھکیوں کی طرف پانی کا بند تڑوا دیا، آپ لوگوں کے گھر گر گئے، بچے ڈوب گئے۔ زندگیاں تباہ ہو گئیں۔ میں گناہ گار ہوں۔ مجھے معاف کر دیں۔ میں اپنی ساری دولت اس گاؤں کے غریبوں کے لیے وقف کرتا ہوں، میں ہاتھ جوڑے معافی مانگتا ہوں۔ ہاں میں مانتا ہوں ہو مجھے آپ لوگوں کے درو کا تب احساس ہوا جب میرا جوان بیٹا ڈوب کر مر گیا، آپ لوگ مجھے معاف کر دیں تو شاید اللہ بھی مجھے معاف کر دے۔“ آج ملک بہت رویا تھا اس کا یہ روپ بھی کسی نے نہیں دیکھا تھا۔

”میں تھک گیا ہوں شایان کی ماں، میں کتنے دنوں سے نہیں سویا، میں آج سونا چاہتا ہوں، مجھے لگتا ہے آج مجھے نیند آ جائے گی۔“ ملک نیند پر لیٹتے ہی سو گیا۔ اچانک ملازمہ چٹائی کمرے میں داخل ہوئی۔

”بی بی جی شایان صاحب ٹی وی پر آرہے ہیں۔“ کیا ملک اور مائیکل دونوں بھاگے، ٹی وی کے پاس آئے۔ وہ واقعی شایان تھا۔

”جی میں پورا غصہ کوئے میں رہا ہوں۔“ وہ ہوسٹ کو جواب

”بی بی جی شایان صاحب ٹی وی پر آرہے ہیں۔“ کیا ملک اور مائیکل دونوں بھاگے، ٹی وی کے پاس آئے۔ وہ واقعی شایان تھا۔

”جی میں پورا غصہ کوئے میں رہا ہوں۔“ وہ ہوسٹ کو جواب

”بی بی جی شایان صاحب ٹی وی پر آرہے ہیں۔“ کیا ملک اور مائیکل دونوں بھاگے، ٹی وی کے پاس آئے۔ وہ واقعی شایان تھا۔

”جی میں پورا غصہ کوئے میں رہا ہوں۔“ وہ ہوسٹ کو جواب

”بی بی جی شایان صاحب ٹی وی پر آرہے ہیں۔“ کیا ملک اور مائیکل دونوں بھاگے، ٹی وی کے پاس آئے۔ وہ واقعی شایان تھا۔

”جی میں پورا غصہ کوئے میں رہا ہوں۔“ وہ ہوسٹ کو جواب